REVIEW OF RESEARCH
IMPACT FACTOR : 5.2331(UIF) UGC APPROVED JOURNAL NO. 48514 ISSN: 2249-894X
VOLUME - 7 | ISSUE - 7 | APRIL - 2018

شولاپور کے قدیم اُردو ڈرامہ نگار ڈرامہ

(ڈاکٹر چودھری محمد شفیع۔ اسوسی ایٹ پروفیسر اور صدر شعبۂ اُردو ایس۔ ایس۔ اے۔ کالج شولاپور)

ڈرامہ شولاپور کی مٹی میں شامل ہے۔ شولاپور میں شاعری کی روایت جتنی قدیم ہے۔ ڈرامہ کی شروعات بھی اسی کے قریب قریب ہے۔ شولاپور میں ڈرامہ کی روایت تقریباً سو سال پرانی ہے۔ اس بات کا پتہ نہ چل سکا کہ پہلا ڈرامہ کب اور کہاں کھیلا گیا اور اسے کس نے کھیلا البتہ بزرگوں سے اس ضمن میں گفتگو کے بعد پتہ چلا کہ یہاں ڈراموں کی روایت کافی پرانی ہے۔ ابتدائی دور میں یہاں مختلف ڈھنگ سے ڈرامے کھیلے جاتے تھے۔ ان کے نام مختلف تھے۔ ڈرامے کھیلنے کے طریقے بھی الگ تھے۔ اکثر محرم کے مہینے میں "تخت رواں" اور "دربار" کے نام سے یہ ڈرامے کھیلے جاتے تھے۔ "تخت رواں" اور "دربار" کھیلنے کا طریقہ آج کے نکڑ ناٹک "(Street Play)" کی طرح ہوتا تھا۔ یہ ڈرامے چوراہوں پر ہوتے تھے۔ ان میں واقعات کربلا کی عکاسی ہوتی تھی۔ گویا ڈرامہ صوفیائے کرام کے تبلیغ دین کی طرح کام کیا کرتا تھا۔ بزرگوں سے یہاں تک سنا ہے کہ ان ڈراموں کو صوفیائے کرام کی پشت پناہی بھی حاصل تھی۔ ان ڈراموں کا مقصد اخلاقیات کی تعلیم اور اس کے پیرائے میں مذہب کی تعلیم تھا۔ چوں کہ شولاپور مزدوروں کا علاقہ رہا ہے اس لیے یہاں کے لوگ محنت و مشقت کے عادی تھے۔ دن بھر کام کرنا اور رات کو تھک کر سوجانا ان کا معمول رہا ہے۔ زیادہ تر عوام تنگ دستی و مفلسی کا شکار رہی ہے۔ ان کے پاس وقت گزاری کے کوئی خاص ذرائع نہ تھے۔ اس لیے لوگ تفریح کے لیے اپنے ہی ساتھیوں کے ساتھ گپ ہانکتے تھے یا گیت گاتے تھے یا کسی کی نقل اتارتے تھے۔ ان ہی چیزوں سے ان کے اندر فنکارانہ صلاحیتیں پیدا ہوتی چلی گئیں۔ زندگی کی تلخیاں، کرب، کچھ کرنے کی چاہت یہ سب ایسے جذبات تھے جو اظہار کا ذریعہ چاہتے تھے۔ جب انھیں ڈرامہ کرنے کا موقع ملا تو یہ جذبات امڈ امڈ کر باہر آنے لگے اور وہ اچھے فنکار ثابت ہونے لگے۔ عوام کے پاس بھی وقت گزاری کا کوئی ذریعہ نہ تھا وہ ان ڈراموں کو دیکھنے میں دلچسپی لینے لگے۔ ویسے بھی ڈرامہ اس زمانے میں ایک ایسی تفریح کا ذریعہ تھا جسے دیکھنے اور لطف اندوز ہونے کے لیے ہونے کے لیے روپیوں پیسوں کی ضرورت نہ تھی۔ یہی وجوہات رہی ہوں گی جس کی وجہ سے یہاں کا ماحول ڈرامہ کے لیے سازگار ثابت ہوا۔

وجہ جو بھی ہو شولاپور میں ڈرامہ کی فضا قائم ہوئی۔ یہاں کے فنکاروں نے اس کی طرف توجہ دی اس فروغ میں حصہ لیا اور اس کی روایت کو آگے بڑھایا۔ آج شولاپور کا ڈرامہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ترقی پر ہے۔ یہاں کے فنکار اس کی باریکیوں سے واقف ہیں۔ نہ صرف واقف ہیں، بلکہ اس فن میں نئے نئے تجربے بھی کرتے رہتے ہیں۔ اپنی انھی فنکارانہ صلاحیتوں کی بدولت نہ صرف مہاراشٹر بلکہ سارے ہندوستان میں اپنے فن کا مظاہرہ کر چکے ہیں۔ یہاں تک کہ پاکستان جا کر بھی اپنی فنکاری کا لوہا، وہاں کی عوام سے منوا چکے ہیں۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ یہاں کے فنکاروں نے ڈرامے لکھے بھی، پیش بھی کیے، وہ کامیاب بھی ہوئے۔ لیکن اس کا کوئی تحریری ریکارڈ نہیں رکھا۔ شولاپور میں ڈرامہ نگاری اور ڈرامہ کی پیش کش دونوں شعبوں میں جو کام ہوا اس کا تحریری ریکارڈ موجود نہیں ہے۔ نا ہی اب تک کسی نے بھی اس کی کوئی مستقل تاریخ قلمبند کی ہے۔ یہ ساری تگ و تاز سینہ بہ سینہ چلے آ رہے ہیں۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ لوگ اپنی ذات کی خوشی کے لیے ڈرامے کیا کرتے تھے یا تفریح طبع کے لیے یا سماج کی اصلاح ان کا مقصد ہوتا تھا۔ اس شعبہ سے ان کا تعلق تھا بس!۔۔۔۔ فی سبیل اللہ ڈرامہ کیا! داد و تحسین حاصل کی! اپنا مقصد پورا کیا اور چھوڑ دیا۔ پھر نئے ڈرامہ کی طرف رجوع ہو گئے۔ اس طرح یہ معاملہ چلتا رہا۔ البتہ ڈرامہ کی اسکرپٹ ضرور لکھی جاتی تھیں۔ لیکن کسی کو یہ خیال مطلق بھی نہیں آیا کہ ان اسکرپٹوں کو جمع کر کے شائع کیا جائے۔

راقم الحروف بھی ڈرامہ فیلڈ رکھتا ہے۔ ڈرامہ سے اپنے ذاتی شغف کی بنیاد پر اس کی تحقیق کا بھی ذوق رکھتا ہے۔ لیکن جب راقم نے شولاپور کی ڈرامہ نگاری کی تاریخ لکھنی چاہی تو بڑی مایوسی ہوئی۔ کیوں کہ حوالے کے لیے کوئی تحریری ریکارڈ نہیں ملا۔ جو کچھ معلوم ہوا بزرگوں سے گفتگو کے بعد معلوم ہوا۔ ایک آدھ مضمون ہاتھ لگا جسے دور حاضر کے نوجوان اقبال سید نے تحریر کیا تھا۔ جب ان سے رابطہ قائم کیا تو انھوں نے بھی یہی کہا کہ "میں نے بھی بزرگوں سے گفتگو کے بعد جو معلومات ملی اسی کو لکھا ہے" یقیناً ممکن ہے کہ یہاں ڈراموں کا اور بھی کام ہوا ہو۔ راقم کا تجسس اور بڑھا اور راقم الحروف اس نتیجے پر پہنچا کہ بہت سے لوگوں سے ملاقات کی جائے۔ ان سے انٹرویو لیے جائیں۔ حاصل شدہ معلومات کا تجزیہ کیا جائے جو صحیح اور قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ جن باتوں کی تصدیق ہوتی ہے ان کو یکجا کر کے ایک مستقل تاریخ لکھی جائے۔ اگلے صفحات میں درج معلومات راقم کی اسی تگ و دو اور کوششوں کا ثمرہ ہیں۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ ڈرامہ چوں کہ صرف لکھنے کی چیز نہیں ہے اس کو کھیلا بھی جاتا ہے۔ تو گویا لکھنا اور پیشکش دونوں فن ہیں۔ شولاپور میں ان دونوں شعبوں پر توجہ دی گئی ہے۔ اس لیے راقم الحروف نے اس باب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے پہلے حصے میں شولاپور کے ڈرامہ نگاروں کی ڈرامہ نگاری کا جائزہ لیا گیا ہے اور دوسرے حصے میں اس کی پیشکش کا حال درج ہے۔

شولاپور کے ڈرامہ نگار اور ان کی ڈرامہ نگاری

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے کہ شولاپور میں ڈرامہ کی روایت سو سال پرانی ہے۔ ابتدائی دور میں یہاں جو "تختِ رواں" اور "دربار" کھیلے گئے۔ ان کے لکھنے والے بھی مقامی لوگ ہی تھے لیکن افسوس صد افسوس کہ ان کی تحریریں ضائع ہوگئیں۔ اس زمانے میں منظوم ڈرامے کھیلے گئے۔ یہ سارے ڈرامے محرم کے مہینے میں کھیلے جاتے تھے۔ صوفیائے کرام کے کلام میں محرم کے مہینے میں گائے جانے والے "صدی میل" کی روایت شولاپور میں ملتی ہے۔ صدی میل لکھنے والوں میں اکبر قاسم اور گل رو وغیرہ کے نام سرِ فہرست ہیں۔ ان کے "صدی میل" کلام دستیاب ہیں۔ (باب دوم میں اکبر قاسم کے صدی میل کی مثال درج ہے) لیکن ڈراموں کی اسکرپٹ دستیاب نہیں۔ البتہ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان "صدی میل" کا استعمال ڈراموں میں خوب ہوتا تھا۔ اس زمانے کے کسی خاص ڈرامہ نگار کا نام تو معلوم نہ ہو سکا البتہ ۱۹۲۵ء کے لگ بھگ ایک ڈرامہ نگار کے متعلق معلوم ہوا جن کا نام علاؤالدین منشی تھی۔ راقم الحروف ان ہی سے اپنی بات شروع کرتا ہے۔

۱) علاؤالدین منشی کی ڈرامہ نگاری:

۱۹۲۵ء کے آس پاس شولاپور کے "تختِ رواں" اور "دربار" سے متاثر ہو کر علاؤالدین منشی صاحب نے کئی ڈرامے لکھے۔ منشی صاحب بذاتِ خود ایک مصنف، اداکار اور ہدایت کار تھے۔ ڈرامہ سے آپ کو کافی دلچسپی تھی۔ چنانچہ آپ نے ڈرامہ لکھنے کی طرف بھی توجہ دی۔ آپ نے بہت سے ڈرامے لکھے ہیں۔ ایک ڈرامہ کافی مقبول ہوا جس کا نام "دربار کی صورت" تھا۔ اس ڈرامہ کا موضوع امیری اور غریبی کے درمیان کشمکش تھا۔ ڈرامے میں اس کشمکش کو بڑی حسن و خوبی سے پیش کیا گیا ہے۔ ڈرامہ کی کردار نگاری بہترین تھی۔ مکالمہ نگاری بھی بہت اچھی تھی۔ ڈرامہ کے مکالموں کو عوام نے بے حد پسند کیا۔ سماجی موضوع پر لکھا جانے والا یہ پہلا ڈرامہ تھا۔ اس سے پہلے کے ڈراموں میں مذہبی موضوعات ہوا کرتے تھے۔ یہاں سے سماجی ڈراموں کی شروعات ہوئی۔ عوام نے اسے بے حد پسند کیا۔ یہ ڈرامہ الہلال احمد علی ڈرامیٹک کلب شنوار پیٹھ کے زیرِ اہتمام کھیلا گیا۔ منشی صاحب نے اور بہت سے ڈرامے لکھے لیکن وہ دستیاب نہیں ہیں ع

۲) ایچ۔ ایم۔ شیخ کی ڈرامہ نگاری:

ڈاکٹر ایچ۔ ایم۔ شیخ شولاپور کی معتبر شخصیت ہیں۔ آپ ممبئی میں سیفیہ کالج میں اردو کے لکچرار تھے۔ آپ نے ایس۔ ایس۔ اے۔ آرٹس، اینڈ کامرس کالج شولاپور کے "بزمِ اردو ادب" کے پروگرام میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ آپ کی ممبئی کی دوران ملازمت میں شہنشاہِ جذبات دلیپ کمار کو آپ نے پڑھایا ہے۔ اس پر آپ کو فخر بھی ہے۔ جناب عبدالستار دلوی آپ کے ساتھی پروفیسر رہ چکے ہیں۔ ۱۹۷۲ء میں آپ ایس۔ ایس۔ اے۔ آرٹس اینڈ کامرس کالج کے پہلے پرنسپل بھی رہ چکے ہیں۔ اس وقت وہ اپنی پہلی ملازمت سے وظیفہ یاب ہو چکے تھے۔ آپ نے بہت سے ڈرامے لکھے لیکن ایک ڈرامہ کافی مقبول ہوا جس کا نام "انارکلی" تھا۔ اس ڈرامے کے شولاپور میں چار کمرشیل شوز بھی ہوئے۔ آپ کے دیگر ڈراموں کے متعلق معلومات نہ مل سکی۔ ع

ایچ۔ ایم۔ شیخ کا یہ ڈرامہ کافی اہم اس لحاظ سے بھی ہے کہ امتیاز علی تاج کے "انارکلی" کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اسٹیج نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے مکالمے بہت طویل ہیں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے یہ ڈرامہ لکھ کر بہت حد تک اس کمی کو پورا کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب چوں کہ اردو کے پروفیسر تھے۔ شاید ان کے نزدیک یہ نکتہ ضرور رہا ہوگا۔ اسی لیے انھوں نے "انارکلی" ڈرامہ تحریر کیا اور اس کو پیش بھی کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے نہ صرف یہ ڈرامہ لکھا بلکہ اس کو ہدایت بھی آپ ہی نے دی اور اس میں اداکاری کے بھی جوہر دکھائے۔

۳) قدیر شولاپوری کی ڈرامہ نگاری:

قدیر شولاپوری ایک قد آور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مدرس بھی تھے۔ شولاپور مہا نگر پالیکا کے اردو مدرسہ نمبر ۲ میں آپ درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے تھے۔ اس زمانے میں بین المدارس ڈرامہ مقابلے لیے جاتے تھے۔ ان میں قدیر صاحب نے اپنی اسکول کی طرف سے ۱۹۵۱ء میں ایک

ڈرامہ ''چھاپا'' پیش کیا۔ نیز اس ڈرامے کو اول انعام بھی ملا۔ ''چھاپا'' ایک بچوں کا ڈرامہ تھا۔ اس ڈرامے کو بھی بہت پسند کیا گیا۔ عین ممکن ہے کہ قدیر صاحب نے اور بھی ڈرامے لکھے ہوں لیکن ان کے ڈرامے دستیاب نہیں ہیں۔ ان کے دو مجموعہ کلام ''بوئے پیراہن'' اور ''ترانے'' شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن کسی نے بھی ڈراموں کی تحقیق نہیں کی ان کے ڈراموں کی تلاش کی جائے تو عین ممکن ہے کہ کچھ اور ڈرامے نکل آئیں۔

۴) پروفیسر علاؤالدین شادؔ کامبلے کی ڈرامہ نگاری:

آپ کا پورا نام علاؤالدین اسمٰعیل کامبلے ہے۔ شادؔ آپ کا تخلص ہے۔ ۳، مارچ ۱۹۳۷ء کو آپ شولاپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیمی قابلیت ایم۔اے۔ ہے۔ آپ نے اردو، فارسی میں شولاپور کی دیانند کالج سے ایم۔اے۔ کیا۔ آپ نے ملازمت کی ابتداء بیدر سے کی بعد ازاں ۱۹۶۵ء میں سنگمیشور کالج میں اردو فارسی کے پروفیسر ہوئے۔ ۱۹۹۸ء میں وظیفہ یاب ہوئے۔ آپ نے سنگمیشور کالج کی گیدرنگ کے لیے کئی ڈرامے لکھے۔ اور ترجمے کیے۔ راقم الحروف نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کی ڈرامہ نگاری کے متعلق گفتگو کی۔ آپ نے بتایا کہ:

> ''میرے پاس میرے لکھے ڈرامے محفوظ نہیں ہیں۔ بہت سے ڈرامے میں نے لکھے مگر اب ضعیفی کی وجہ سے یاد کر کے نام بتانا بھی مشکل ہے۔ البتہ جو ڈرامے بہت مشہور ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔ (۱) شیروانی، بریانی، پریشانی (فل لینتھ) (۲) علمی بخار (یک بابی) (۳) گھنٹی کون بجائے گا۔ (یک بابی)'' ۵

ضعیفی کی وجہ سے موصوف کی یادداشت کمزور ہوگئی ہے لیکن آپ نے اپنے حافظے پر زور دے کر مذکورہ ڈرامے کے نام بتائے۔ راجہ باغبان صاحب نے اپنے انٹرویو میں علاؤالدین شاد کے ایک ڈرامے کا ذکر کیا جس کا نام ''چوتی رانی، مونچھیں غلام'' تھا۔ راجہ صاحب نے اس میں اداکاری کی تھی۔ پہلا ڈرامہ مراٹھی کے مشہور ڈرامہ نگار بال کولہٹکر کا ترجمہ ہے۔ اس کا مراٹھی نام ''بال بی دیکا دیا'' تھا۔ دوسرا ڈرامہ آپ کا طبع زاد ڈرامہ ہے۔ اس میں نوجوانوں پر فلم بینی کے برے اثرات کو مزاحیہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ تیسرے ڈرامے میں کالج کے مسائل بتائے گئے ہیں۔ اس میں پیون کی لاپرواہی اور کالج کی بدانتظامیوں پر طنز کیا گیا ہے۔ موصوف اگر اپنے ڈرامے محفوظ رکھتے تو شولاپور کے ڈرامہ کے سرمایے میں اضافہ ہوتا۔

۵) نسیم منان کی ڈرامہ نگاری:

شولاپور کی ڈرامہ نگاری کا ایک معتبر نام عبدالمنان نسیم کا ہے۔ نسیم منان صاحب میں ڈرامہ نگاری کی ساری صلاحیتیں تھیں۔ وہ فن ڈرامہ نگاری سے بخوبی واقف تھے۔ منان صاحب ایک مدرس تھے۔ ایم۔اے۔ پانگل اینگلو اردو ہائی اسکول و جونیئر کالج میں اردو اور تاریخ پڑھاتے تھے۔ اس مقالے میں ان کا ذکر کئی جگہ پر کئی حیثیتوں سے آچکا ہے۔ راقم الحروف کو بھی ڈرامہ کا شوق آپ ہی کی صحبت و قربت سے نصیب ہوا ہے۔ آپ میں ڈرامہ نگاری کا شوق شولاپور کی قدیم روایت اور ڈرامہ کے ماحول سے پیدا ہوا۔ شولاپور کے ایک معتبر ڈرامہ نگار اداکار اور ہدایت کار راجہ باغبان ''جو راقم الحروف کے اس فیلڈ کے استاد ہیں'' نے بتایا کہ منان صاحب اکثر ان سے کہا کرتے تھے کہ ''مجھے ڈرامہ نگاری کی ترغیب محمد حنیف مرتضیٰ عرف پہلوان جناب (اردو پرائمری اسکول میں مدرس تھے) اور لالکوٹ جناب (اردو پرائمری اسکول کے مدرس) سے ملی۔ یہ دو حضرات مجھ سے اردو اسکول کی گیدرنگ کے لیے ڈرامے لکھواتے تھے۔'' ۶ ان کے بیشتر ڈرامے ان کے فرزندان کے پاس محفوظ ہیں۔ راقم الحروف کو ان کے فرزند تنویر احمد اور بابا قدیر نے ان کے ڈراموں کے جو نام بتائے وہ یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ ☆ بہار آنے تک (فل لینتھ)، ☆ جلتے چمن (یک بابی)، ☆ سو سنار کی (فل لینتھ) ☆ ڈھیلی کھاٹ (فل لینتھ) ☆ فیصلہ (یک بابی)، ☆ شکنجہ (یک بابی)، اس کے علاوہ نسیم صاحب نے بچوں کے لیے بہت سے ڈرامے لکھے جو مختلف اسکولوں کی گیدرنگوں میں کئی مرتبہ کھیلے گئے۔ ان میں مزاحیہ مشاعرہ، بیگاں کا کورٹ، بگلوا دادا کو میں جوتا ہوں، ہاسٹل، ماسی برتھ ڈے، ہمدردی، منحوس قدم، ٹی۔وی۔ کا روگ، اندھیارو وغیرہ شامل ہیں۔ ۷

نسیم صاحب کے ڈرامے ڈرامہ نگاری کے تمام فنی تقاضوں پر پورے اترتے ہیں۔ آپ کی ڈرامہ نگاری کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے ڈراموں

کے لیے اخلاقی موضوعات کا انتخاب کیا اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ آپ حضرت قدیرؒ کے مرید تھے اور ہمیشہ سماجی اصلاح کے پیش نظر صوفیا کے طریقے پر چلتے تھے۔ فیصلہ اس کی بہترین مثال ہے۔ فیصلہ ایک ایسا ڈرامہ ہے جسے لوگوں نے اسلامی ڈرامہ بھی کہا۔ ڈرامہ کے ذریعے اگر اسلام کی تعلیم دی جا سکتی ہے تو نسیم منان کا یہ ڈرامہ اس کی بہترین مثال ہے۔

☆ ڈھلی کھاٹ ایک شاہکار ڈرامہ:

نسیم منان کے تمام ڈراموں میں ''ڈھلی کھاٹ'' شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ بلکہ راقم الحروف ہی کا یہ موقف ہے۔ شولاپور کے بیشتر ماہر ڈرامہ اس کو صرف نسیم صاحب کا نہیں شولاپور کا شاہکار ڈرامہ مانتے ہیں۔ اس ڈرامہ کا موضوع شولاپور کا مزدور سماج اور اس کے مسائل ہیں۔ اس کی کردار نگاری لاجواب ہے۔ نسیم صاحب نے فضلو، جیبون، گھڑیا، نانا، سیٹھ، کورکھا، پاگل، آشی، شاموکے پیرائے میں شولاپور کے جیتے جاگتے کردار تخلیق کیے ہیں۔ پڑھنے اور دیکھنے والوں کو محسوس ہوتا ہے کہ ان کرداروں سے وہ مل چکے ہیں۔ بات کر چکے ہیں بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ہر شولاپوری اپنی تصویر ان کرداروں میں دیکھتا ہے۔ اس میں نسیم صاحب کی بار یک بینی سماجی مطالعہ اور گہری نظر اور گہرا مشاہدہ موجود ہے۔ راقم الحروف کی نظر میں یہ ڈرامہ شولاپور کے مسلمانوں کی سماجی و ثقافتی تاریخ ہے۔ آج کل تاریخ نگار بھی سیاسی تاریخ سے ہٹ کر سماجی و ثقافتی تاریخ نویسی کا نظریہ پیش کر رہے ہیں۔ کیونکہ سیاسی تاریخ میں بادشاہوں، جاگیرداروں اور امراء وسواء کا تذکرہ ہوتا ہے عوام، سماج اور تہذیب و تمدن کا ذکر کم ہی ہوتا ہے۔ اس ڈرامے کے مطالعے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے۔ ڈھلی کھاٹ شولاپور کے مسلمانوں کی سماجی تاریخ ہے۔ اس ڈرامے کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملوں میں کام کرنے والے مسلم سماج کی گھریلو حالت کیا تھی اور سماج کیسا تھا۔ ان کے مسائل کیا تھے۔ ان کے سکھ دکھ، ہنسی، مذاق، نوک جھونک، رسم و رواج کیا اور کیسے تھے۔ نسیم صاحب نے زبان بھی وہی استعمال کی ہے جو اس وقت شولاپور کی عام بول چال میں استعمال ہوتی تھیں۔ بولی بھاشا کے روزمرہ، ضرب الامثال، محاورے بھی وہی استعمال کیے۔ یہاں تک کہ عورتوں کی زبان اور لب ولہجہ و لفظیات بھی من وعن ہیں۔ اس لحاظ سے اس ڈرامے کو بجا طور پر شولاپور کی سماجی و تہذیبی تاریخ کہہ سکتے ہیں۔ اس ڈرامے کو شولاپور والوں نے سر آنکھوں پر بٹھایا۔ اس ڈرامے کو کئی ڈرامے گروپوں نے پیش کیا۔ اس کے کمرشیل شوز بھی ہوئے۔

مذکورہ ڈراموں کے علاوہ بچوں کے ڈراموں میں بھی منان صاحب نے سماجی مسائل کو بڑے فنکارانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ ڈرامے کے اختتام پر وہ بڑی حسن و خوبی سے درس اخلاقیات دیتے ہیں۔ ایسا کرتے وقت ڈرامہ کا مجموعی تاثر ضائع نہیں ہوتا۔ ڈرامہ صرف تبلیغ نہیں معلوم ہوتا۔ ڈرامہ کی جو اصل شرط ہے یعنی تفریح دینا۔ یہ ان کے ڈراموں میں موجود ہوتی ہے۔ ان کا قاری و ناظر اس سے محظوظ ہوتا رہتا ہے۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بڑے فرزند تنویر احمد بیجاپورے نے آپ کے بچوں کے ڈراموں کے دو انتخاب ''ہنستا مت (۲۰۰۴ء)'' میں'' کلکلے (۲۰۰۷ء)، میں شائع کیے ہیں۔ ''ہنستامت'' میں کل تین ڈرامے ہیں۔ ''ہمدردی''، ''ٹی۔ وی۔ کا روگ''، اور ''منحوس قدم''۔ ''کلکلے'' میں دو ڈرامہ ''بچاں کا کورٹ'' اور ''گڑ بڑ گھٹالا'' شامل ہیں۔ ویسے بقول فرزندان منان ان کے ڈراموں کی کل تعداد ۱۸ ہے۔ راقم الحروف کو اس بات کی خوشی اور تسلی ہے کہ آپ کے فرزندان ان ڈراموں کو شائع کرنے کا عزم رکھتے ہیں اور اس ضمن میں پہل بھی کر چکے ہیں۔ مذکورہ دو کتابچے اس بات کا ثبوت ہیں۔

نسیم منان صاحب نے شولاپور میں ڈرامہ کو فروغ دینے اور اس کی ترقی و ترویج کے لیے بھی بہت کوششیں کی ہیں۔ آپ کی ترغیب کی وجہ سے شہر میں بہت سے فنکار پیدا ہوئے۔ آپ شولاپور میں ''فنکار ڈرامہ اسوسی ایشن'' اور انوار ڈرامہ اسوسیشن کے بانیاں میں سے ہیں۔ ان ڈرامہ گروپ کے علاوہ دیگر گروپس کو بھی آپ ہر لحاظ سے تعاون کرتے رہے۔

۲) تجمل تمنا کی ڈرامہ نگاری:

تجمل حسین سرفراز حسین قاضی شولاپور کے ڈرامہ نگاروں میں سے ایک ہیں۔ آپ شاعر بھی ہیں۔ تمنا آپ کا تخلص ہے۔ آپ بڑے قابل آدمی ہیں۔ آپ کی تعلیمی قابلیت، ایم۔ اے۔ ہے۔ آپ نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھی سے پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگری بھی حاصل کی ہے۔ فی الحال گلف میں انگریزی کے پروفیسر ہیں۔ ؎

آپ کو ڈرامہ نگاری کا شوق تھا۔ یہ فنکار ڈرامہ اسوسیایشن سے جڑے ہوئے تھے۔ آپ نے بھی ڈرامانگاری کی طرف توجہ دی۔ راقم الحروف کو آپ کے تین ڈراموں کے نام معلوم ہوئے جو یہاں درج کیے جاتے ہیں۔ "آئینہ"، "ظلم"، اور "منزل دور ہے" وغیرہ۔ آپ کے یہ ڈرامہ اسٹیج کیے جا چکے ہیں۔ یہ ڈرامے بھی کافی مقبول ہوئے۔ اس باب کے دوسرے حصے میں اس کی پیش کش کے متعلق معلومات دی جائے گی۔ آپ کے ڈرامے بھی فن ڈرامہ نگاری کے تمام اصول پر پورے اترتے ہیں۔

۷) پی۔ ایچ۔ کرنجگی کی ڈرامہ نگار

شولاپور ڈرامہ کے فنکاروں اور شائقین ڈرامہ کا شہر ہے۔ یہاں اردو کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی ڈرامے ہوتے رہتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ شولاپور کی مراٹھی مونسپل اسکول نمبر ۹ سدھیشور ریتھیٹر کنا (آج کی سدھیشور مراٹھی ہائی اسکول کے بازو) میں مشہور فلم اداکار "پرتھوی راج کپور" کا ایک ڈرامہ کھیلا گیا۔ جس میں بذات خود پرتھوی راج کپور مرکزی کردار نبھا رہے تھے۔ اس ڈرامے کا نام تھا "پٹھان" ڈرامہ دیکھنے کے لیے سارا شہر اُمڈ پڑا۔ ان شائقین میں ایک بچہ بھی شامل تھا۔ وہ بھی پرتھوی راج کپور کو دیکھنے کے لئے بھیڑ میں گھس گیا۔ بڑی کوششیں کی کہ جگہ ملے تو ڈرامہ دیکھے۔ مگر ساری محنت رائیگاں گئی۔ بالآخر ضدی بچے نے ہار نہ مانی اور ڈرامہ دیکھنے کے لیے درخت پر چڑھ گیا۔ ڈرامہ دیکھا، خوش ہوا۔ ڈرامہ ختم ہونے کے بعد پرتھوی راج کپور نے ڈرامہ کے موضوع پر تقریر کی۔ باتوں باتوں میں موصوف نے ناظرین میں سے کسی کو نقل کرکے دکھانے کو کہا۔ سارے تماشائی تماشہ دیکھتے رہ گئے۔ کسی نے جرأت نہ کی۔ یہ بچہ آگے بڑھا اور اسی جگہ پر "چندہ" کے موضوع پر جو دل میں آتا گیا، حرکات و سکنات اور آواز کے چڑھاؤ اتار کے ساتھ اداکاری کے جوہر دکھائے۔ سامعین نے بے حد داد دی۔ پرتھوی راج کپور نے اس کی تعریف کی اور اس کو بروئے کار لانے کی ہدایت دی۔ ان کی ہمت افزائی اور ہدایت پر عمل کرتے ہوئے یہ بچہ اس ضمن میں کوششیں کرتا رہا اور اسی "سولو" (چندہ) کو تحریر کرکے یک بابی ڈرامہ میں منتقل کیا اور اپنے کالج کے زمانے میں گیدرنگ میں پیش کرکے داد و تحسین حاصل کی۔ اس تک و دو میں وہ مسلسل لکھتا رہا اور شولاپور کی اردو ڈرامہ نگاری کا ایک مستقل باب بن گیا۔ اب تک اس فنکار نے ۳۳ کامیاب ڈرامے لکھے۔ یہ تمام ڈرامے اسٹیج ہوئے۔ یہ ڈرامہ نگار کوئی اور نہیں شولاپور کا ڈرامہ نگار پی۔ ایچ۔ کرنجگی کر ہے۔ ۱۹

پی۔ ایچ۔ کرنجگیکر ۲ فروری ۱۹۴۳ء میں شولاپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم مراٹھی زبان میں ہوئی۔ آپ نے بی۔ اے اور ایم۔ اے۔ ہندی مضمون میں کیا۔ کالج کی تعلیم کے دوران ایس۔ ٹی۔ میں پارٹ ٹائم سروس کی۔ ۱۹۶۳ء میں شولاپور سوشل اسوسی ایشن اردو ہائی اسکول میں ہندی اور مراٹھی کے مدرس بنے اور فروری ۲۰۰۲ء میں وظیفہ یاب ہوئے۔ آپ ایک کامیاب مدرس رہے ہیں۔ جن جن طلبہ نے آپ کے پاس پڑھا وہ آج بھی آپ کو ایک مثالی مدرس مانتے ہیں۔ آپ شولاپور کے اردو ذریعہ تعلیم کے ہندی پڑھانے والے مثالی مدرس تسلیم کیے گئے ہیں۔ اپنے مضمون سے پیار کرنے والا یہ مدرس "ہندی مراٹھی اسوسی ایشن ضلع شولاپور" کا تیس سال تک سیکریٹری رہا ہے۔ اردو مدرسے میں پڑھاتے پڑھاتے آپ نے اردو زبان سیکھنے کی طرف توجہ دی۔ اس زمانے میں سوشل اردو ہائی اسکول میں مہاراشٹرا اسٹیٹ اردو اکیڈمی کی طرف سے غیر اردو داں کو اردو سکھانے کے کلاسیس ہونے لگے۔ جو اعجاز نبی کارنگر صاحب (خالق۔ برگ حنا) لیا کرتے تھے۔ آپ اس میں شریک ہوئے اور اردو زبان سیکھی۔ یہاں آپ نے اردو زبان کو اور اردو زبان نے آپ کو اپنایا۔ باقی ماندہ تمام عمر آپ نے اردو زبان میں ڈرامے لکھے۔ آپ نے شولاپور سے شائع ہونے والے ہفتہ وار اخبار "آئینہ ایام" میں طنز و مزاحیہ مضامین بھی لکھے۔ آپ "چورن" کالم میں "نرالا" قلمی نام سے لکھتے تھے۔ آپ شولاپور کے واحد شخص ہیں جس نے نثر میں طنز و مزاح کی روایت ڈالی۔

اردو کے علاوہ مراٹھی اور ہندی اخبارات میں بھی آپ لکھتے رہے۔ آپ کو طالب علمی کے زمانے ہی سے لکھنے کا شوق تھا۔ روزنامہ "سماچار" (مراٹھی) ہفتہ وار "جنے۔ وجنے" (مراٹھی) اور "دو بھائی" (ہندی) میں کالم اور مضامین لکھتے رہے۔ آپ کو مطالعے کا بے انتہا شوق تھا۔ آپ شولاپور کے قدیم اور تاریخی کتب خانہ "کاشانۂ ادب" سے کتابیں لے کر پڑھتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ "بھارت لائبریری" اور "ہیراچند نیم چند" لائبریری سے بھی استفادہ کیا۔ شولاپور کے منگل بازار سے پرانی کتابیں خرید کر لانا اور اس کا مطالعہ کرنا آپ کا مشغلہ تھا اور ہے۔ ہندی مراٹھی اور اردو کی مایہ ناز ادبی شخصیتوں کی صحبت میں رہنا ان سے گفتگو کرنا اور بطور خاص فن ڈرامہ نگاری پر تبادلۂ خیال کرنا آپ کا شیوہ رہا ہے۔

آپ نے کرشن چندر، سعادت حسن منٹو، امرتا پریتم۔ پو۔ ل۔ دیشپانڈے اور پروفیسر اترے کی تخلیقات کا دیوانہ وار مطالعہ کیا ہے اور اپنے زمانے کی قد آور ادبی شخصیتوں کی صحبت میں رہے ہیں۔ جن میں ہندی کے سنت ساہتیہ کے ماہر ڈاکٹر زیندر کیلے، ڈرامہ نگار "وسنت راؤ ایک بوٹے" "چندو رنگ کالے" مشہور زمانہ شاعر و ڈرامہ نگار پروفیسر چندر بھوشن کل سریشٹھ وغیرہ کے نام اہم ہیں۔ آپ کا کہنا ہے کہ میں بزرگوں کے اس قول پر عمل کرتا ہوں:

"اگر جلد اور اچھے ادیب بننا ہے تو قد آور ادیبوں کی صحبت میں رہو۔"

اپنی اس علمی قابلیت اور فطری ڈرامہ نگاری کی بل بوتے پر آپ نے شولاپور کو بہترین اسٹیج ڈرامے عطا کیے۔ آپ کے ڈرامہ نگاری کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱) ایس۔ ایس۔ اے۔ آرٹس۔ اینڈ کامرس کالج کی گیدرنگ کے لیے لکھے گئے ڈرامے۔

۲) مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی کے لیے لکھے گئے ڈرامے۔

۳) سنگمیشور کالج کی گیدرنگ کے لیے لکھے گئے ڈرامے۔

۴) دیگر ڈرامہ مقابلوں کے لیے لکھے گئے ڈرامے۔

"چندہ" آپ کا پہلا ڈرامہ تھا۔ جسے آپ نے اپنے کالج کے زمانے میں لکھا اور کھیلا۔ اس کے بعد ۱۹۷۶ء میں آپ نے "زکام صاحب کی کھانسی" یہ کمرشیل ڈرامہ لکھا۔ یہ ڈرامہ شولاپور کے "رنگ بھون" میں کھیلا گیا۔ اس کی تشہیر کے لیے ہینڈ بلیٹ، پوسٹر اور اخباروں میں اشتہارات دیے گئے۔ یہ آپ کا پہلا فل لینتھ ڈرامہ تھا۔ جسے عوام نے بے حد پسند کیا اور اس کے بہت سے شوز ہوئے۔ اس میں شولاپور کے موجودہ دور کی مشہور و مقبول ہستیوں نے کام کیا تھا۔ ان میں ڈاکٹر عزیز نداف، راجہ باغبان، ساغر شولاپوری، محمد شریف وغیرہ شامل تھے۔

بحیثیت ہندی کے لکچرار شولاپور سوشل اسوسی ایشن آرٹس اینڈ کامرس کالج کے دوران ملازمت آپ نے سالانہ گیدرنگ کے لیے کئی کامیاب اردو یکبابی ڈرامے لکھے۔ جن کے نام اور سن ذیل میں درج ہیں۔

۱۹۸۵ء میں — یم دوت۔

۱۹۸۶ء میں — ساکرا مجیس۔

۱۹۸۸ء میں — ہنگامہ ۸۸۔ اور ویٹنگ روم۔

۱۹۸۹ء میں — عکس (عبدالحمید دالبے کے ساتھ مل کر لکھا ڈرامہ)۔

۱۹۹۰ء میں — رشتوں کے سوداگر۔

۱۹۹۱ء میں — ہم سب پاگل ہیں۔ وغیرہ۔

مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکیڈمی کے ڈرامہ مقابلوں کے لیے آپ نے پرنسپل محمد علی وڈوان (ایس۔ ایس۔ اے۔ آرٹس اینڈ کامرس کالج شولاپور) اور محمود سر (ہیڈ ماسٹر۔ ایس۔ ایس۔ اے۔ اردو ہائی اسکول) کی ترغیب اور حوصلہ افزائی پر ایس۔ ایس۔ اے۔ اردو ہائی اسکول کے لیے ڈرامے لکھے۔ جسے منظور عالم کی ہدایت میں کھیلا گیا ان کے نام یہ ہیں۔

۱۹۷۶ء میں — تہمیں۔

۱۹۷۷ء میں — دوڑ۔

۱۹۷۸ء میں — وہ ایک لمحہ۔

۱۹۷۹ء میں — کروٹ۔

۱۹۸۰ء میں — ہنگامۂ شادی۔

۱۹۸۱ء میں — مسیحا۔

۱۹۸۳ء میں　تعارف۔

۱۹۸۴ء میں　سونے کا پنجرہ۔

۱۹۸۶ء میں　جاگتے رہو۔

۱۹۸۷ء میں　غبار۔

۱۹۸۸ء میں　سودا۔

۱۹۸۹ء میں　روشن مینار۔

ان میں سے آٹھ ڈراموں کو اس مقابلے میں بیسٹ اسکرپٹ کے انعام سے نوازہ گیا۔

سنگمیشور کالج شولاپور کے قدیم کالجوں میں سے ایک ہے۔ یہاں بی۔اے۔ بی۔کام۔ بی۔ایس۔سی۔ اور دیگر یو۔جی اور پی۔جی۔ کی تعلیم کے انتظامات ہیں۔ یہ غیر اردو داں اور غیر مسلموں کا ادارہ ہے لیکن یہاں کی طلبہ کے لیے کی جانے والی سالانہ گیدرنگ اپنی مثال آپ رہی ہے۔ منظور عالم اور راجہ باغبار جیسے فنکار اسی گیدرنگ سے ابھرے ہیں۔ بی۔ایچ۔ کرجگیکر نے اس گیدرنگ کے لیے یہاں کے ذمہ داران کی فرمائش پر ڈرامے لکھے۔ اس کی فہرست ذیل میں درج ہے۔

ابھی فیصلہ باقی ہے۔　۱۹۸۷ء

انٹرویو۔　۱۹۸۸ء

پردے کے پیچھے۔　۱۹۹۰ء

الیکشن۔　۱۹۹۲ء

کرائے دار۔　۱۹۹۳ء

دروازے بند کردو۔　۱۹۹۵ء

کیکٹس۔　۱۹۹۶ء

ان ڈراموں کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ اس وقت کے کالج کے پرنسپل جو شیواجی یونیورسٹی کولہاپور کے دو مرتبہ وائس چانسلر رہ چکے تھے۔" پرنسپل۔کے۔بھوگی شٹین" بہ نفس نفیس ڈرامے دیکھنے کے لیے حاضر رہتے اور ان ڈراموں سے لطف اندوز ہوتے۔ بی۔ایچ۔ کرجگی صاحب کو داد و تحسین دیتے اور ان کی گل پوشی بھی کرتے تھے۔ یہ اس زمانے میں کسی اردو والے کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا کہ کسی غیر اردو داں اور غیر مسلم ادارے میں اردو والے کی اتنی پذیرائی ہو۔

ان کے علاوہ آپ نے ضلع پریشد شولاپور کے ڈرامہ مقابلوں کے لیے ۱۹۸۰ء میں "راہی اکیلا" اور ۱۹۸۲ء میں "ریت کی دیوار" لکھا۔ بزم غالب کے بید المدارس ڈرامہ مقابلوں کے لیے ۲۰۰۵ء میں "شکوہ جواب شکوہ" اور ۲۰۰۷ء میں "تیسری جنگ عظیم" لکھا۔ ان دونوں ڈراموں میں آپ کو بہترین ڈرامے کے ایوارڈ بھی ملے۔

آپ نے کل ۳۲ ڈرامے لکھے اور سبھی اسٹیج ہوئے۔ ڈرامہ فیلڈ میں ڈرامہ کتابی شکل میں شائع ہونے سے زیادہ اہمیت ڈرامہ اسٹیج ہونے کی ہوتی ہے۔ کیوں کہ ڈرامہ صرف لکھنے کی چیز نہیں بلکہ کھیلنے کی چیز ہے۔ ڈرامہ کا کھیلنا اس کی کامیابی اور اشاعت ہے۔ بلکہ اصل اشاعت تو یہی ہے بی۔ایچ۔ کرجگی کہ اس لحاظ سے سو فی صدی کامیاب ڈرامہ نگار ہیں۔ کیوں کہ ان کے تمام ڈرامے نہ صرف کھیلے گئے، بلکہ بار بار کھیلے گئے۔ یہاں تک کہ کچھ ڈراموں کے دیگر زبانوں میں ترجمے ہو کر شولاپور اور شولاپور سے باہر بھی کھیلے گئے۔ کئی ڈراموں کو بیسٹ اسکرپٹ کے اوارڈ ملے۔ مہاراشٹرا اسٹیٹ اردو اکیڈمی کے آٹھ انعام، ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ پونے اور روٹری کلب شولاپور کے دو انعام اور بزم غالب کے دو انعام۔ اس کے علاوہ مختلف گیدرنگوں میں تقریباً سبھی ڈراموں کو انعامات حاصل ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ ڈرامہ سے جڑی ہوئی دیگر شعبہ جات میں بھی آپ کی قدر ہوئی اور آپ سے کام لیے گئے۔ آکاش وانی اور دور درشن وانی پونے کے لیسنس کے ڈراماٹائزیشن (Lessons Dramatisation) کورس کے لیے آپ کا انتخاب ہوا۔ وہ یہ پرتشٹھان بارہ تی کے فلاپی لیٹریچر (Floppy Literature)

کے لیے آپ کا سلیکشن ہوا۔ شیواجی یونیورسٹی کولہاپور کے ۲۰۰۷ء سے ۲۰۰۹ء کے بی۔ کام سال اول کے ڈسٹنس ایجوکیشن کی اردو کی درسی کتاب میں آپ کا ڈرامہ "چال چل گئی، چال" شامل کیا گیا۔ شولاپور میں منعقدہ "اردو میلہ" میں ڈرامہ سرگرمی کی ایک کڑی ڈرامہ ماہر سے انٹرویو کے تحت مختر مہ نادرہ ببر سے ڈرامہ کے متعلق انٹرویو لینا آپ ہی کے ذمہ تھا۔ ڈرامہ "نہیں" کو مشہور قلم رائٹر "علی رضا صاحب" نے خوب سراہا۔ ڈرامہ "روز" کو علی سردار جعفری نے دل کھول کر داد دی۔ ڈرامہ "مسیحا" کو ڈی سورڈ آف ٹیپو سلطان کے مصنف "وجاہت مرزا" نے بے حد پسند کیا۔

بی۔ اینچ۔ کرجگیکر اپنے ڈراموں کے لیے تھیم (Theme) اور موضوعات عام سماجی زندگی سے لیتے ہیں۔ آپ کا ہر ڈرامہ بامقصد ہے۔ آپ کے ڈراموں کے مکالموں میں چٹکیلا پن ہوتا ہے۔ محاوروں کے استعمال سے مکالمے موثر ہو جاتے ہیں۔ ان میں طنز کے نشتر بھی ہوتے ہیں۔ اور زبان کا بہتھار وبھی ہوتا ہے۔ آپ کے ڈراموں میں واقعات تیزی سے بدلتے نظر آتے ہیں۔ آپ کے ڈراموں کی ایک خوبی یہ ہے کہ ناظرین شروع سے آخر تک آپ کا ڈرامہ بغیر کسی تکلیف کے یکسوئی سے دیکھتے ہیں۔ اسکرپٹ میں وحدت تاثر ہوتا ہے۔ اس لیے آج بھی پابہ رکاب ہیں۔ آپ کا قلم چل رہا ہے۔ مانو قلم، قلم نہ ہو کر آپ کی زندگی کی دھڑکن بن گیا ہے۔ آپ سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔ راقم الحروف نے آپ سے بڑی تڑپ اور شدت سے خواہش ظاہر کی کہ آپ کے ڈراموں کو کتابی شکل دی جائے۔ آپ نے اس مشورے کو مانا بھی۔ امید کہ آپ کا بیش قیمتی سرمایہ جلد از جلد آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ ہو جائے۔ آمین۔

۷) منظور عالم کی ڈرامہ نگاری

شولاپور کے دوسری پیڑھی کے سرگرم ڈرامہ نگار اداکار اور ہدایت کار ہیں۔ آپ نے چالیس سال تک مسلسل تھیٹر کیا۔ شولاپور کے ڈرامہ کے ایک مستقل باب کا نام منظور عالم ہے۔ آپ ۱۰ جنوری ۱۹۴۵ء کو شولاپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیمی لیاقت ایم۔ اے۔ بی۔ ایڈ۔ ہے۔ آپ شولاپور سوشل اسوسی ایشن اردو ہائی اسکول میں بحیثیت مدرس کے اپنی خدمات انجام دے کر فی الحال وظیفہ یاب ہوئے ہیں۔

راقم الحروف نے آپ سے گفتگو کی اور آپ کی ڈرامائی سرگرمیوں کے متعلق پوچھا تو آپ نے نہ صرف معلومات دی بلکہ راقم کے کہنے پر اپنی تحریر میں اپنی جملہ خدمات کا ریکارڈ بھی دیا۔ یہاں راقم الحروف وہی معلومات تحریر کر رہا ہے جو آپ سے اور آپ کے تحریر سے حاصل ہوئی۔ ہاں راقم نے اس معلومات کی تصدیق تجربے کے لیے دوسروں سے پوچھ گوچھ بھی کی ہے۔ منظور عالم کو بچپن ہی سے ڈراموں کا شوق تھا۔ ۱۹۵۲ء میں میونسپل اردو اسکول نمبر ۲ میں آپ کی ابتدائی تعلیم ہوئی۔ اسکول کی گیدرنگ سے آپ نے ڈرامہ میں حصہ لینا شروع کیا۔ آپ کا پہلا ڈرامہ بطور اداکار "اسپکٹر" تھا۔ اس کے بعد ۱۹۵۷ء میں آپ نے "دولت والوں کی دنیا" میں حصہ لیا۔ ان ڈراموں کے ہدایت کار قدیر شولاپوری تھے۔ جب آپ ایم۔ اے۔ پانگل اینگلو اردو ہائی اسکول میں پہنچے تو یہاں کی گیدرنگوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔ اسی اسکول کی گیدرنگ میں ۱۹۶۰ء میں ڈرامہ "ہمارے بھی استاد کیسے کیسے" میں حصہ لیا اور خوب نام کیا۔ یہاں سے نکل کر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے سنگمیشور کالج پہنچے تو اپنے ساتھ ماضی کا تجربہ رکھتے تھے۔ نوجوان منظور عالم میں کچھ کرنے کی امنگ اور چاہت تھی۔ کالج کا ماحول بھی ڈرامہ کی سرگرمیوں کے لیے سازگار تھا۔ یہاں آپ کے فن کو اور جلا ملی۔ ویسے دنیا میں ملتا اسی کو ہے جو کوشش کرتا ہے۔ محنت و مشقت کرتا ہے۔ یہاں بھی آپ نے ڈرامہ میں حصہ لینے کا ایک بھی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ ۱۹۶۳ء میں آپ نے یہاں شفی مرزی ہدایت میں "بدھ کا شد" میں اداکاری کے جوہر دکھائے۔ اس کے بعد "ریہرسل" نامی ڈرامے میں کام کیا۔ اس کے بعد ۱۹۶۵ء میں "ٹی کا زہر" ۱۹۶۶ء میں "پرکھ" میں نمایاں رول (مرکزی کردار) ادا کیا۔ اسی دوران کالج میں کرشن چندر کا مشہور زمانہ ڈرامہ "دروازے کھول دو" پیش ہوا۔ تو آپ نے اس میں بھی اہم رول ادا کیا۔ اس ڈرامے کے شولاپور کے علاوہ پونہ اور کولہاپور میں بھی شوز ہوئے۔ یہ ایک انوکھا تجربہ تھا جو نے آپ کی شخصیت کو نکھارنے اور سنوارنے میں معاون ثابت ہوا۔ کالج کی تجرباتی اور جوشیلی زندگی سے آپ جب عملی زندگی میں داخل ہوئے۔ تو آپ کے پاس ڈرامہ کا ایک اچھا خاصہ تجربہ تھا۔

اس کے بعد منظور صاحب سوشل اردو ہائی اسکول میں مدرس ہوئے۔ اب آپ پر ملازمت کی ذمہ داریاں عائد ہوئیں۔ یہاں پہنچ کر آپ ایک متحرک اور فعال استاد ثابت ہوئے۔ طالبہ میں فن اور مدرسی کی بدولت ہر دلعزیزی حاصل کی۔ جو مدرس ڈرامہ فیلڈ سے تعلق رکھتا ہے وہ درس و تدریس میں کامیاب ثابت ہوتا ہے۔ کئی ماہر تعلیم نے تدریس کو اداکاری سے تشبیہ دی ہے۔ کہا گیا کہ "ایک بہترین مدرس ایک بہترین اداکار ہوتا ہے۔" یہ قول آپ پر صادق آیا۔ آپ نے اپنی شخصیت

سے طلبہ کو متاثر کیا اور ان میں ڈرامہ کا ذوق وشوق پیدا کیا۔ یہاں سے آپ ڈرامہ میں کام کرنے کے ساتھ ساتھ لکھنے کی طرف رجوع ہوئے۔ بچوں سے ڈرامے بھی کروائے مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی کے ڈرامہ مقابلوں کی شروعات کے بعد سوشل اردو ہائی اسکول کی طرف سے ڈرامے پیش کرنا شروع کر دیا۔ یہاں سے آپ کی ہدایت کاری بھی شروع ہوئی اور آپ شولاپور میں ایک اچھے ہدایت کار کی حیثیت سے جانے پہچانے جانے لگے۔

۱۹۷۵ء میں آپ فنکار ڈرامہ اسوسی ایشن سے جڑ گئے اور نعیم ملتان کے فل لینتھ ڈرامہ "بہارآنے تک" میں کام کیا۔ یہ ڈرامہ پروفیشنل لیول پر کیا گیا تھا۔ پونہ میں اس کے کمرشیل شو ہوئے۔ عوام نے اس کو پسند کیا۔ اس کے بعد منیر شاہ ملک کی ہدایت ۱۹۷۶ء میں "دھبہ" میں کام کیا۔ اس کے بعد عبدالحمید دالیے اور پی۔ ایچ۔ کرنجکر کے تحریر کردہ ڈرامہ "عکس" میں رول کیا۔ ساتھ ہی ساتھ "ہائے اللہ" اور "تین پاگل" میں بھی کام کیا۔ اسی دوران ۱۹۷۷ء سے سوشل اردو ہائی اسکول کی طرف سے ڈرامے پیش کیے جانے لگے تو آپ نے ڈرامہ لکھنا شروع کیا۔ اسی زمانے میں آپ طنز ومزاح کی طرف رجوع ہوئے اور شولاپور کو کامیاب طنزیہ مزاحیہ ڈرامے عطا کیے۔ آپ ایک کامیاب ڈرامہ نگار ہیں۔ آپ نے بہت سے ڈرامے لکھے ہیں۔ یہاں اس کی فہرست دی جاتی ہے۔ "کونسا بابا"، "انڈا کون کھائے گا؟"، "ماںگی ماںگی"، "ڈاکو کون" وغیرہ۔

ڈرامہ کی دو قسمیں انجام کے اعتبار سے مانی گئیں ہیں۔ ایک ٹریجڈی اور دوسری کامیڈی۔ کامیڈی کی تین ضمنی قسمیں بتائی گئی ہیں۔ مزاح، طنز ومزاح، تمسخر۔ مزاح میں صرف مزاح ہوتا ہے۔ تمسخر میں پھکڑ پن ہوتا ہے۔ یہ کامیڈی کی ادنی قسم مانی گئی ہے۔ کامیڈی کی معیاری قسم طنز ومزاح ہے۔ اس میں سنجیدگی بھی ہوتی ہے۔ اس میں ڈرامہ نگار ہنساتے ہنساتے فرد اور سماج کی کمزوریوں اور برائیوں پر طنز کرتا ہے۔ جس سے مزاح کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔ اور بات دل کو چھو جاتی ہے۔ منظور عالم کے ڈرامے اس زمرے میں آتے ہیں۔

منظور صاحب نے ڈرامہ کرتے وقت۔ اس کی رنگینی۔ اور چمک دمک کی دنیا اور ماحول سے اپنے آپ کو اور اپنے فنکاروں کو بچائے رکھا۔ چالیس سال تک آپ اردو تھیٹر کرتے رہے۔ ضلع اور مقامی سطح کے ہر اہم انعامات حاصل کیے لیکن اخلاقیات کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اپنے ڈرامہ کا مقصد بھی درس اخلاق اور اصلاح معاشرہ رکھا۔ سب سے انوکھی اور قابل تعریف بات یہ ہے کہ آپ نے ان چالیس سالوں میں اپنے کسی بھی ڈرامے میں کسی مونث کردار کو جگہ نہ دی۔ آپ کے کسی بھی ڈرامے میں کسی لڑکی نے کام نہیں کیا۔ یہ تھیٹر کرنے والوں کے لیے اپنے آپ میں ایک چیلنج ہے اور بہت بڑا ریکارڈ بھی ہے۔

۸) بشیر پرواز کی ڈرامہ نگاری:

۳۰ دسمبر ۱۹۴۳ء کو شولاپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیمی لیاقت ایم۔ اے۔ بی۔ ایڈ ہے۔ دی پروگریسو اردو اسکول میں اردو کے مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دے کر وظیفہ یاب ہوئے۔ شولاپور کی نامی گرامی شخصیتوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ انتظامی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ فی الحال "بزم غالب شولاپور" کے صدر ہیں۔ بہت اچھے شاعر ہیں۔ شولاپور کے کہنہ مشق استاد شعراء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

شاعری آپ کو ورثے میں ملی۔ قدیر شولاپوری آپ کے والد ہیں۔ پرواز صاحب ڈرامہ سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ شولاپور کے ڈرامہ نگاروں کی فہرست میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ تھیٹر کا عملی تجربہ نہیں رکھتے۔ اداکاری اور ہدایت کاری میں دلچسپی نہیں ہے۔ لکھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ فنکار ڈرامہ اسوسی ایشن کے رکن رہ چکے ہیں۔ ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۶ء کے درمیان ڈرامہ میں خاصی دلچسپی لی بعد ازاں آپ کی ڈرامہ نگاری کا سفر رک گیا۔ درمیان میں موقع محل اور ضرورت کے لحاظ سے لکھتے رہے۔ آپ نے اب تک کل آٹھ ڈرامے لکھے ہیں۔ ان میں سے ایک ڈرامہ منشی پریم چند کے مشہور افسانہ "کفن" پر منحصر ہے۔ جو اسی نام سے لکھا گیا دوسرا محمد حسن کا دو بابی ڈرامہ "ضحاک" ہے۔ جسے آپ نے یک بابی ڈرامے میں منتقل کیا۔ آپ کے دیگر ڈراموں کے نام یہ ہیں۔ ہائے اللہ، دھبہ، انگارے، اندھی آنکھ اور ایک بچوں کا ڈرامہ اجالوں کے داغ۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی حالات زندگی پر یک بابی ڈرامہ آپ نے لکھا ہے۔

"اندھی آنکھ" کو مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی کے مقابلوں میں ضلع سطح پر بہترین اسکرپٹ کا ایوارڈ ملا ہے۔ بچوں کا ڈرامہ "اجالوں کے داغ" کو اصلاحی و فلاحی تنظیم کے بچوں کے ڈرامہ مقابلوں میں بہترین اسکرپٹ کا انعام حاصل ہوا۔ عملی میدان میں آپ کا اہم کام "بزم غالب" کی صدر کی حیثیت سے پچھلے تین سالوں سے بین المدارس ڈرامہ مقابلوں کا انعقاد ہے۔ فن ڈرامہ نگاری پر آپ کی گہری نظر ہے۔ آپ کے ابتدائی دور کے ڈرامے اسٹیج کیے جا چکے ہیں۔ فنکار ڈرامہ اسوسی ایشن کا

دور آپ کی ڈرامہ نگاری کا کامیاب دور رہا ہے۔ [۱۴]

۸) سید سعید احمد کی ڈرامہ نگاری:

سید سعید احمد شولاپور کے ایسے فنکار ہیں جنہوں نے ۲۰۰۵،۲۰۰۶ء اور ۲۰۰۹ء میں پاکستان کے شہر لاہور میں "ورلڈ پرفارمنگ اینڈ وژول آرٹس فیسٹول ان لاہور پاکستان"(World Performing and Visual Arts Festival in Lahore, Pakistan) میں ڈرامے پیش کیے۔ سید سعید احمد ۱۵، دسمبر ۱۹۵۹ء کو شولاپور میں پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم و تربیت شولاپور میں ہوئی۔ آپ کی تعلیمی قابلیت ایم۔اے۔ (اردو) بی۔ لیب اینڈ آئے ایس۔ سی۔ ہے۔ اور فی الحال "ہندوستانی اسٹیج اور مہاراشٹر میں اردو ڈرامہ" اس عنوان پر پونہ یونیورسٹی پونہ سے پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہے ہیں۔ ملازمت کے سلسلے میں وہ انجمن خیر الاسلام کے پونہ کالج میں اسسٹنٹ لائبریرین کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ فی الحال انھوں نے اپنی ملازمت سے استعفیٰ دے کر "رابطہ فاؤنڈیشن" کے نام سے ایک ڈرامہ گروپ بنایا ہے۔ اب آپ ڈرامہ سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ اب یہی آپ کا ذریعۂ معاش بھی ہے اور شوق بھی۔ اس گروپ کے ذریعے آپ پروفیشنل ڈرامے کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں۔(Theatre workshops in personality development) سرگرمی سارے ملک بھر میں کر رہے ہیں۔ اب تک تقریباً ۲۶ ریاستوں میں یہ ورک شوپ ہوئے۔ [۱۵]

آپ کی ڈرامہ سرگرمیوں کی شروعات شولاپور سے ہوئی۔ آپ ایک بہت اچھے اداکار، ہدایت کار اور ڈرامہ نگار ہیں۔ یہاں ان کی ڈرامہ نگاری کے متعلق لکھا جا رہا ہے۔ آپ شولاپور کے پہلے ڈرامہ نگار ہیں جس کا ڈرامہ کتابی شکل میں شائع ہوا۔ جس کا نام "سارے جہاں سے اچھا ہے" یہاں اسی کتاب کی روشنی میں ان کی ڈرامہ نگاری کا جائزہ درج ہے۔

☆ سارے جہاں سے اچھا:

سارے جہاں سے اچھا سید سعید احمد کی تصنیف ہے۔ یہ تصنیف ۲۰۰۹ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کے ناشر حاجی غلام محمد اعظم ایجوکیشن ٹرسٹ، پونے ہے۔ یہ کل ۱۱۶ صفحات کی کتاب ہے۔ کتاب کی ابتداء میں منور پیر بھائی (چیئرمین، حاجی غلام محمد اعظم ایجوکیشن ٹرسٹ) نے عرض ناشر لکھا ہے۔ "اپنی بات" کے تحت مصنف نے خود اپنی ڈرامہ سرگرمیوں اور اپنے اس ڈرامے کے متعلق اپنی آراء کے ساتھ ساتھ اپنے متعلقین کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اس کے بعد "سارے جہاں سے اچھا" اس عنوان سے نذیر فتح پوری (ایڈیٹر۔ سہ ماہی اسباق پونہ) پونہ میں ڈرامہ کی مایوس کن صورت کے حال کے بیان کے بعد اس ڈرامے پر ناقدانہ نظر ڈالی ہے۔ اس کے آگے سعید احمد نے "اردو اسٹیج" کے عنوان سے اپنا پر مغز مقالہ تحریر کیا ہے۔ جس میں ہندوستان میں اردو اسٹیج کی صورت حال کا منظر نامہ ہے۔ اس کتاب میں کل دو ڈرامے ہیں۔ ایک سارے جہاں سے اچھا اور دوسرا سر سید احمد خان۔ اس کتاب کی اہمیت اس لحاظ سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس میں مہاراشٹر کی تھیٹر کی قد آور شخصیت محترمہ نادرہ ببر کی تحریر بھی شامل ہے جس میں موصوف نے اس ڈرامہ اور کتاب کی اہمیت و افادیت ظاہر کی ہے۔ دوسرے ڈرامہ کے متعلق شہنشاہ جذبات دلیپ کمار صاحب کی رائے درج ہے۔ نذیر فتح پوری کا مختصر مگر پر مغز مضمون اس میں موجود ہے جس میں موصوف نے اس ڈرامے کے موضوع فن اور سعید احمد کی فنکارانہ صلاحیتوں کو مختصر مگر جامع انداز میں تحریر کیا ہے۔ یہاں اس سے ایک اقتباس نقل کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

> "سارے جہاں سے اچھا" ڈرامہ قاری کا کم اور ناظر کا زیادہ ہے۔
> علامتوں، استعاروں اور تماثیل سے مزین مکالموں کی جاندار اور فنکارانہ
> پیشکش نے اس ڈرامے میں آئینہ سازی کا کام کیا ہے۔ سیاست، سماجی
> نابرابری، لسانی تعصب، مذہبی منافرت کے "مبلغین" کے چہروں سے نقاب
> اتار کر ان کی اصلی صورت دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ پردہ اٹھنے کے بعد
> جب کردار بولتے ہیں، سامنے متحرک ہوتے ہیں اور اشاروں کنایوں سے
> جب مختلف چیزوں کا وجود در شاتے ہیں تو ناظرین کی مٹھیوں میں تحیر کی ایک لہری

دوڑ جاتی ہے۔ یہاں ناظرین کو مندر ملے گا، مسجد ملے گی، بازار ملے گا،
ریلوے اسٹیشن ملے گا، حتیٰ کہ ریل کے ڈبے میں سفر کرتے مسافروں کے منظر
دیکھنے کو مل جائیں گے۔ اس کے علاوہ اسکول کے کمرے ملیں گے، کلاس
لیتا ہوا ماسٹر ملے گا، رشوت لیتا افسر اور رشوت دیتا ہوا ملازم بھی ملے گا۔ نفرت
کی آگ لگانے اور مذہب کے نام پر سوشل رشتوں کے درمیان، تیز دانتوں
والے آرے چلاتے ہوئے دھرم کے ٹھیکیدار ملیں گے۔ چند گھنٹوں کے لیے
یوں لگتا ہے جیسے موجودہ ہندوستان کی مکمل صورتحال دیکھنے کو مل جائے گی۔ ۱۶

اس اقتباس کے مطالعے سے اس ڈرامہ کا موضوع اور اس کے پیش کش کے متعلق معلومات ملتی ہے۔ سید سعید احمد کی ڈرامہ نگاری اور ان کی ہدایت کاری کے محاسن سامنے آتے ہیں۔ اس ایک ڈرامے میں سعید صاحب نے موجودہ ہندوستان کے تمام اہم نازک مسائل کو اسٹیج پر پیش کیا ہے۔ اس میں آپ کے زورِ قلم اور فن ڈرامہ نگاری پر آپ کے دسترس نظر آتی ہے۔ اس کتاب میں نادرہ ببر کا ایک مختصر سا مضمون بھی درج ہیں اس میں محترمہ نے اس کتاب کے متعلق جو رائے پیش کی ہے اس سے اردو ڈرامہ میں اس کی اہمیت و افادیت پر روشنی پڑتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے ایک اور اقتباس ۔

اردو میں کسی ایسے ڈرامے کی اشاعت جسے اسٹیج کیا جا چکا ہے یا کیا جا سکتا ہے،
ایک فال نیک ہے۔ ہندی، اردو اور ہندوستانی زبان میں ایسے ڈرامے بہت
کم ہیں جنھیں اسٹیج پر پیش کیا جا سکے۔ سعید احمد صاحب کا ڈرامہ "سارے
جہاں سے اچھا" ان معنوں میں بہت اہم ہے کہ اسے اسٹیج پر بآسانی کھیلا
جا سکتا ہے۔ ڈرامے کا تھیم آج کل کے موضوعات سے جڑا ہوا ہے۔ جو ظاہر
بہت ہی Serious ہے۔ ۱۷

آگے موصوفہ کتاب کی اشاعت اور اس کی اہمیت کے متعلق لکھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اردو میں ایسی کتابیں بہت ہی کم لکھی گئی ہیں۔ اپنی نیک خواہشات سے بھی نوازتی ہیں ملاحظہ فرمائیں ۔

میری دعا ہے کہ اردو زبان کو اور زیادہ اچھے اور بہتر ڈرامے (سعید احمد) دیں
گے کیونکہ ہمارے یہاں اسٹیج پر کھیلے جانے والے ڈراموں کی بہت کمی ہے۔
میری نیک خواہشات ان کے ساتھ ہیں۔ ۱۸

"سارے جہاں سے اچھا" کے پونہ، ممبئی، شولاپور، جلگاؤں اور حیدرآباد وغیرہ میں کل ۴۸ شوز ہوئے ہیں۔ اس میں زیادہ تر شوز پونہ میں ہوئے۔ کسی اردو ڈرامے کے ۴۸ شوز ہونا اس کے کامیابی کی روشن دلیل ہے۔

کتاب میں دوسرا ڈرامہ "سر سید احمد خان" ہے۔ یہ ڈرامہ پونہ کالج میں کھیلا گیا۔ یہ سعید احمد کا ایک انوکھا ڈرامہ ہے۔ اس میں سر سید کا خاکہ ہے۔ اس ڈرامے سر سید کی تعلیمی اور قومی خدمات کو بڑے موثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ڈرامہ پڑھ کر دیکھ کر اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ سعید احمد نے بڑی گہرائی سے سر سید کی زندگی اور کارناموں کا مطالعہ کیا ہے۔ اس ڈرامے کی آڈیو کسیٹ بھی بنائی گئی۔ یہ ایک فیچر کی طرح ہے۔ آڈیو کسیٹ کو نثری ڈرامہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ اردو ڈرامہ کی دنیا میں ایک کامیاب تجربہ ہے۔ یہ کسیٹ ملک بھر میں مقبول ہوئی۔ بہت سے ماہرین اردو نے اس پر اپنی رائے بھی دی ہے۔ جب یہ کسیٹ دلیپ کمار صاحب کو سنایا گیا تو آپ نے بھی اس کی تعریف کی ان کی رائے اس کتاب میں بھی درج کی گئی ہے اس کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں ۔

"رابطہ فاؤنڈیشن پونہ" کے زیر اہتمام ہندوستان کی عالی مرتبت اور قابل صد
احترام شخصیت سر سید احمد خاں کی سیاسی، سماجی اور تعلیمی خدمات کا ایک نرالے

طریقے سے اعتراف کیا گیا۔ فاؤنڈیشن نے مرحوم کی روداد حیات مختلف
آوازوں کی مدد سے ایک ریکارڈیڈ آڈیو کسیٹ کے ذریعے مرتب کی۔ یہ
پیشکش ان کی زندگی کے مقاصد، ان کے مصمم ارادے، ان کی انتھک جدوجہد
کی آئینہ داری کرتا ہے۔
"رابطہ فاؤنڈیشن" نے علی گڑھ تحریک کے نو کیلے پہلوؤں کو جس
ندرت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ قابل تحسین ہے۔ اللہ، فاؤنڈیشن کو اپنے
بہترین ارادوں میں کامیاب اور کارگر ثابت کرے۔ (یوسف، دلیپ کمار)

۱۹

سعید احمد نے بہت کم ڈرامے لکھے لیکن جو بھی لکھے خوب لکھے۔ ان کی طبیعت کا میلان ہدایت کاری کی طرف زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ مختلف ڈراموں کی پیشکش میں کوشاں رہتے ہیں۔ اگر یہ فرزند شولاپور ڈرامہ نگاری کی طرف توجہ دے تو نہ صرف شولاپور بلکہ اردو ڈرامہ کو بھی اچھے اسٹیج کرنے لائق ڈرامے دے سکتے ہیں۔

۸) عبدالوہاب لنجے کی ڈرامہ نگاری:

عبدالوہاب لنجے ایک مخلص انسان ہیں۔ شولاپور کی ادبی شخصیتوں میں جانے پہچانے جاتے ہیں۔ فی الحال بزم غالب کے خازن ہیں۔ موصوف ۱۹۴۶ء سے اس بزم کے رکن ہیں۔ جب اس کا نام "غالب کلب" تھا۔ شولاپور کے اہم اور کامیاب ڈرامہ نگاروں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ نے بہت کامیاب ڈرامے شولاپور کو دیے ہیں۔ آپ کے ڈرامے نہ صرف شولاپور بلکہ شولاپور کے قرب وجوار میں بھی کھیلے جا چکے ہیں۔ آپ کے ڈرامے پروفیشن لیول پر بھی کھیلے گئے اور چاریٹی شوز بھی ہوئے۔

عبدالوہاب لنجے صاحب ۱۰ دسمبر ۱۹۴۶ء کو شولاپور میں پیدا ہوئے آپ کی تعلیم وتربیت بھی یہیں ہوئی۔ ۱۹۶۲ء میں آپ نے میٹرک کا امتحان، ایم۔ اے۔ پاٹل اینگلو اردو ہائی اسکول سے پاس کیا اور ۱۹۶۹ء میں آپ شولاپور کے "محکمہ محصول" میں ملازم ہوئے۔ دسمبر ۲۰۰۴ء میں وظیفہ یاب ہو کر اب علمی وادبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ آپ ایک کہنہ مشق شاعر بھی ہیں۔ جمیل تخلص رکھتے ہیں۔ آپ کو ڈرامہ نگاری کا شوق تحیم منان کا ڈرامہ "بہار آنے تک" دیکھ کر ہوا۔ چوں کر شولاپور میں ڈرامہ کا ماحول تو تھا ہی آپ کو لکھنے کے لیے کسی سے تربیت حاصل کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ آپ نے اب تک چار یک بابی ڈرامے لکھے ہیں۔ جن کے نام ہیں۔ "لال قندیل"، "کالا راجہ"، "نجات" اور "کیکڑے" علاوہ ازیں فل لینتھ ڈرامے "گناہ کے پھول"، "کھلاڑی"، "شعلہ" وغیرہ تخلیق کیے یک بابی ڈرامے "لال قندیل"، "نجات"، اور فل لینتھ "کھلاڑی" آپ کے کامیاب ترین ڈرامے ہیں نجات یہ مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی کے ڈرامہ مقابلے ۸۸۔۱۹۸۷ء میں پیش ہو کر بہترین اسکرپٹ کا انعام بھی حاصل کر چکا ہے اس کے بعد یہ ڈرامہ ۱۵ دسمبر ۸۷ء کو نہرو میموریل حال پونہ میں ٹکٹ پر پیش ہوا سید سعید احمد نے ہدایت کاری دی تھی اس پیش کش سے پہلے شولاپور میں مہاراشٹر اردو اکادمی کے ڈرامہ مقابلے میں بتاریخ ۷ فروری ۸۵ء کو پیش ہوا تھا اور پہلا انعام حاصل کر چکا تھا۔ لال قندیل "ناصیہ اپاسنا" نے پیش کیا تھا۔ اس کو بہترین اسکرپٹ کا انعام ملا "نجات" انوار ڈرامہ نے پیش کیا۔ اس کو بھی بہترین اسکرپٹ کا انعام، بی۔ ایچ۔ کرنجی کے ساتھ تقسیم کر کے دیا گیا۔ آپ کا تحریر کردہ ڈرامہ "کھلاڑی" موجودہ دور کی شولاپور کی بہترین اردو ہائی اسکول میں شمار ہونے والی "ڈی پی گرسیو اردو ہائی اسکول" کی مالی امداد کے لیے چاریٹی شوز ہوئے۔ عوام نے آپ کے ڈراموں کو بہت پسند کیا، سراہا، تعریفیں کیں۔ "نجات" ڈرامہ شولاپور کے علاوہ پونہ والوں نے بھی اکیڈمی کے مقابلوں میں پیش کیا اور انعامات حاصل کیے۔ ۲۰

لنجے صاحب شولاپور کے ڈرامہ کے فروغ میں عملاً شامل رہے ہیں۔ "انوار ڈرامہ اسوسی ایشن" کے بانیاں میں سے ہیں۔ اس اسوسی ایشن نے شولاپور کے ڈرامہ کی ترقی وترویج میں کافی اہم رول ادا کیا ہے۔ اس کی تفصیلات اگلے صفحات پر آئیں گی۔

اپنے ڈرامے کے لیے موضوعات لنجے صاحب سماج سے لیتے ہیں۔اخلاقیات آپ کا موضوع خاص رہا ہے۔نجات میں آپ نے اچھائی اور برائی ،نیکی اور بدی کے درمیان تصادم کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا۔ برائی کو آپ نے ایک تمثیلی کردار بنا کر پیش کیا جس سے ڈرامہ کا حسن دوبالا ہوا ہے۔آپ کا یہ کردار آج تک لوگوں کے ذہنوں میں زندہ ہے۔لال قندیل آپ کا دوسرا کامیاب ڈرامہ ہے۔اس میں گھریلو حالات اور اولاد کی تربیت کو موضوع بنایا گیا ہے۔آپ کا یہ ڈرامہ مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی کے رسالہ" امکان" میں شائع ہوا ہے۔اکادمی نے اس ڈرامے کو بڑے عزت و احترام سے آپ کے تحریری اجازت نامے کے ساتھ شائع کیا ہے۔امکان کے اس شمارے میں اس وقت کے مہاراشٹر کے بہترین ڈرامہ نگاروں کے بہترین ڈرامے شامل تھے۔یہاں اس رسالے کی مختصر معلومات درج کی جاتی ہے۔

☆ امکان(۱۵)اور عبدالوہاب کا ڈرامہ"لال قندیل":

"مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی" ایک علمی و ادبی رسالہ نکالتی ہے۔اس کا نام "امکان" ہے۔یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اس کے شمارہ نمبر ۱۵ میں شولاپور کے ڈرامہ نگار عبدالوہاب لنجے صاحب کا ڈرامہ شامل ہے۔اس شمارے میں شامل تمام ڈرامے اس وقت کے ڈرامہ مقابلوں میں مہاراشٹر کے بہترین ڈرامے قرار دیے گئے تھے۔اس شمارے میں شامل ڈراموں اور ڈرامہ نگاروں کے نام یہاں درج ہیں۔واسوکی واپسی،(سلام بن رزاق)،جلیان والا باغ۔۸۳(اسلم پرویز،اقبال نیازی)،آپ زندہ ہیں۔(عالیہ جبین)،ٹوبہ ٹیک سنگھ۔(من موہن دویدی)،چل مسافر چل۔(انیس جاوید)،دوپہر۔(ساجد رشید)،بجوکا زندہ ہے۔(اقبال نیازی)،لال قندیل۔(عبدالوہاب لنجے)اس کتاب کا افتتاحیہ حسن کمال نے لکھا ہے۔

لنجے صاحب کا ڈرامہ صفحہ نمبر ۱۸۰ سے ۲۰۹ پر مشتمل ہے۔صفحہ نمبر ۱۷۹ پر جلی حرفوں میں آپ کے ڈرامے کا نام لکھا ہوا ہے اس کے نیچے آپ کا نام درج ہے۔نیچے آپ کے تصویر شائع کی گئی ہے۔تصویر کے ساتھ آپ کے گھر کا پتہ لکھا ہوا ہے۔اس صفحے پر لنجے صاحب نے اپنے ڈرامے متعلق چند سطور لکھے ہیں۔راقم الحروف یہاں ان سطور کو من وعن تحریر کر رہا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

"ایک قوال نے کمبل والے واقعہ کو بطور پیش کیا۔سامعین ہنس پڑے مگر
مجھ پر اس کا الٹا اثر ہوا۔ میں نے سوچا کیا اس بات پر ہنسنا چاہیے؟ کیا یہ ہنسنے کی
بات ہے؟ بس اسی سنجیدگی نے میرے ہاتھوں میں قلم تھما دیا اور اس قلم سے اثر
والے الفاظ ڈرامے کی شکل اختیار کر گئے۔" (عبدالوہاب لنجے) ۱۴

لنجے صاحب راقم الحروف کے ایک شفیق خیر خواہ بھی ہیں اور رہنما بھی ہیں۔آپ سے ڈرامہ کے متعلق اکثر گفتگو ہوتی رہتی ہے۔آپ اپنی ڈرامہ نگاری کے متعلق خود فرماتے ہیں۔جو موضوع میرے دل کو چھو جاتا ہے میں اس پر ڈرامہ لکھتا ہوں۔اکثر میرے ڈرامے طویل ہو جاتے ہیں۔لکھتے لکھتے کئی صفحات ہو جاتے ہیں۔بعد میں انھیں یکجا کر کے اس پر نظر ثانی کرتا ہوں پھر اس کو حتمی شکل دیتا ہوں۔راقم الحروف کو امید ہے کہ اب آپ وظیفہ یاب ہو چکے ہیں۔آپ کے فرزندان برسر روزگار ہیں۔اس بے فکری اور سکون کے زمانے میں آپ اپنے اس فن کی طرف توجہ دیں اور شولاپور کو کچھ ایسے ڈرامے عطا کریں جو شولاپور کو آپ سے چاہیے جو آپ کے شاہکار کہلائیں راقم کو اس بات کا اعتماد ہے کہ لنجے صاحب اس کام کو بحسن و خوبی انجام دیں گے۔آپ کی ذات سے صرف راقم الحروف کی ہی نہیں شولاپور کی امیدیں وابستہ ہیں۔

۹) راجہ باغبان کی ڈرامہ نگاری:

راجہ باغبان کا نام شولاپور کی ڈرامہ دنیا میں کافی مشہور و مقبول رہا ہے۔آپ بیک وقت ایک بہترین ہدایت کار،اداکار،اور ڈرامہ نگار ہیں۔آپ کی ہدایت کاری اور اداکاری کا ذکر اس باب کے دوسرے حصے میں آئے گا۔یہاں ان کی ڈرامہ نگاری سے علاقہ ہے۔آپ ۲۳ مارچ ۱۹۵۷ء میں شولاپور میں پیدا ہوئے آپ کی تعلیمی لیاقت ایم۔اے(اردو)بی۔پی۔ایڈ ہے۔آپ کی ملازمت بحیثیت مدرس جون ۱۹۹۰ء میں یونک اینگلو اردو بوائز اسکول سے ہوئی۔بعد ازاں اسی سال جولائی میں آپ "سٹی ٹرن اردو ہائی اسکول شولاپور" میں کھیل کے ٹیچر ہوئے۔آپ اردو بھی پڑھاتے ہیں۔

آپ کے ڈرامہ سرگرمیوں کی ابتداء اداکاری سے ہوئی۔ ۱۹۷۵ء میں سنگمیشور کالج کی گیدرنگ میں، علاؤالدین شاد صاحب کی ' چوٹی رانی، موچھیں غلام ' اس مزاحیہ ڈرامے میں اداکاری کی۔ اس کے بعد اسی سال ' زکام صاحب کی کھانسی ' میں کام کیا۔ اس میں آپ کے رول کو عوام نے بے حد پسند کیا۔ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ ' ڈھیلی کھاٹ ' میں آپ نے مرکزی کردار ' فضلو ' کا رول کیا۔ یہ رول اتنا مشہور ہوا کہ ایک دفعہ راجہ صاحب شکر پیٹھ کی گلی سے گزر رہے تھے۔ بیڑیاں بنانے والی عورتیں بچے آپ کو دیکھتے ہی کہنے لگے کہ یہ وہی شخص ہے جس نے ' ڈھیلی کھاٹ ' میں ' فضلو ' کا رول کیا تھا۔ اس کردار نے آپ کی نجی زندگی کے انداز کو بدل دیا اور ڈرامہ سے متعلق آپ میں بے انتہا دلچسپی پیدا کی۔ اس کے بعد آپ نے کئی ڈراموں میں اداکاری بھی کی بعد ازاں ہدایت کاری بھی کی۔ ڈرامہ کی بدولت شولاپور میں اپنی شناخت بنائی۔ ڈرامہ کے مختلف مقابلوں میں شریک ہوتے گئے اور انعامات و اکرامات سے نوازے گئے۔ ان ہی ڈرامہ مقابلوں کے لیے جب آپ کو مقابلوں کے تقاضوں کو پورا کرنے والی اسکرپٹ نہ ملی تو آپ نے اپنے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ڈرامہ نگاری کے میدان میں تلوار سونت کر کود پڑے۔ یہیں سے ڈرامہ نگار راجہ باغبان کا جنم ہوا۔

راجہ صاحب نے کئی ڈرامے لکھے۔ ان کی انفرادیت یہ رہی ہے کہ آپ نے جتنے بھی ڈرامے لکھے سبھوں کو بہترین اسکرپٹ کے انعامات سے نوازا گیا۔ آپ نے ۱۹۸۶ء میں پہلا ڈرامہ ' الاؤ ' اس عنوان سے لکھا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا اور آپ نے ' کہہ دو یہ جھوٹ ہے '، ' پیش گوئی '، ' گردش '، ' اجنبی '، ' انگریزی کہانی دی ملکیہ پاؤ ' ' پہلی ' ' بندھ کا پنچھی ' اور ' دیجا ' ڈرامے لکھے۔ یہ تمام طبع زاد تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے ۱۹۹۸ء میں اصلاحی و فلاحی تنظیم کے بچوں کے ڈرامہ مقابلوں کے لیے ' جادوئی چراغ ' ڈرامہ لکھ کر پیش کیا علاوہ ازیں مراٹھی کے بہترین ڈراموں کے ترجمے بھی کیے۔

ترجمے: آپ کے ترجموں کی فہرست اس طرح ہے۔

۱) مہلیہ آئی چا چہاہ۔ کا ترجمہ ماں۔
۲) پرتی شودھ۔ کا ترجمہ انتقام۔
۳) تچیں۔ کا ترجمہ تچیں۔
۴) دار کوڑیں اگھڑت ناہی کا۔ ترجمہ دروازہ کوئی کھولتا نہیں۔
۵) اتھے نا ڈنچیو اکلا جاگا تائی کا ترجمہ۔ نام۔
۶) جھاڑ۔ کا ترجمہ جنگل۔ ۲۲

مذکورہ تمام ڈرامے اسٹیج کیے جا چکے ہیں۔ صرف ایک ڈرامہ ' دیجا ' اسٹیج نہیں ہوا۔ راجہ صاحب کا کہنا ہے کہ یہ ڈرامہ بھی اکیڈمی کے ان قریب ہونے والے مقابلوں میں پیش کریں گے۔ آپ کے تمام ڈرامے بامقصد ہیں۔ آپ کی انفرادیت یہ ہے کہ آپ بذات خود ایک اچھے ہدایت کار ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کی کسی بھی اسکرپٹ کو اسٹیج کرنا بہت آسان ہے۔ کیوں کہ آپ کے تمام ڈرامے اسٹیج کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر لکھے گئے ہیں۔ اس لیے آپ کے علاوہ آپ کی اسکرپٹوں کو دوسرے ہدایت کار بھی اسٹیج کر سکتے ہیں۔

ہنوز شولاپور میں ڈرامے لکھنے کا چلن عام ہے۔ یہاں کے فنکار اس فن میں تکنیک سے واقف ہیں۔ سو سال سے چلی آرہی روایت سے استفادہ یہاں کے فنکار کر رہے ہیں اور لکھتے رہیں گے۔ یہاں کے فنکاروں کی بہت سی تخلیقات نہ صرف شولاپور کے اردو ڈرامہ میں شاہکار کا درجہ رکھتی ہیں۔ بلکہ اردو ڈرامہ میں اضافے کا درجہ بھی رکھتی ہیں۔

☆☆☆

کتابیات:

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف	ناشر	سن اشاعت
۱)	انتخاب اردو نثر۔	مجلس ادارت شولاپور یونیورسٹی۔	شولاپور اردو میڈیم ٹیچرس اسوسی ایشن، شولاپور۔	۲۰۰۹ء
۲)	اردو ادب کی تنقیدی تاریخ۔	سید احتشام حسین۔	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی۔	۱۹۹۶ء

۳) اردو ڈرامے کی تاریخ و تنقید۔ عشرت رحمانی۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ۔ ۱۹۹۵ء

۴) تاریخ اردو ادب (جدید ایڈیشن) رام بابو سکسینہ۔ بزم خضر راہ جامعہ نگر نئی دہلی۔ ندارد

۵) تاریخ اردو ادب۔ نورالحسن نقوی۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ۔ ۱۹۹۶ء

۶) تاریخ شولاپور اور مختصر تاریخ دکن۔ مجاہد القاسمی۔ مجاہد القاسمی، اسرار نگر شولاپور۔ ندارد

۷) دکنی ادب کی تاریخ۔ محی الدین قادری زور۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ۔ ۲۰۰۰ء

۸) دکن میں اردو۔ نصیر الدین ہاشمی۔ ترقی اردو بیورو نئی دہلی۔ ۱۹۸۵ء

۹) ذوقِ ادب۔ مجلس ادارت شولاپور یونیورسٹی۔ شولاپور اردو میڈیم ٹیچرس اسوسی ایشن ضلع شولاپور۔ ۲۰۰۶ء

۱۰) ذوقِ نظر۔ ایم۔ ایم۔ شیخ۔ اصلاحی و فلاحی تنظیم شولاپور۔ نومبر ۲۰۰۶ء

۱۱) سارے جہاں سے اچھا۔ سید سعید احمد۔ حاجی غلام محمد اعظم ایجوکیشن ٹرسٹ، پونہ۔ یکم جون ۲۰۰۲ء

۱۲) شولاپور تاریخ کے آئینے میں۔ تبسم منان۔ اصلاحی و فلاحی تنظیم شولاپور۔ ۳۱ مارچ ۱۹۹۹ء

۱۳) علامہ کالی داس گپتا رضا کے ادبی سفر۔ نذیر فتح پوری۔ اسباق پبلی کیشنز سائرہ منزل، پونہ۔ ۲۰۰۶ء

۱۴) کالیا کا انجام۔ تبسم منان۔ منان تبسم ساکر پیٹھ شولاپور۔ ۱۹۸۶ء

۱۵) کاروانِ ادب (۱۹۸۸ء)۔ کاروانِ ادب۔ کاروانِ ادب شاستری نگر شولاپور۔ ۱۹۸۸ء

۱۶) گلدستۂ ادب۔ محمد شفیع چوبدار۔ شولاپور اردو میڈیم ٹیچرس اسوسی ایشن شولاپور۔ ۲۰۰۹ء

۱۷) گلگلے۔ تبسم منان۔ ادارہ انوار قمر ساکر پیٹھ شولاپور۔ ۲۰۰۶ء

۱۸) مختصر تاریخ ادبِ اردو۔ اعجاز حسین۔ اردو کتاب گھر نئی دہلی۔ ندارد۔

۱۹) یہ شام بھی کہاں ہوئی۔ سید عباس۔ نوائے دکن پبلشرز جونا بازار اورنگ آباد۔ ۱۹۸۶ء

☆☆☆

Dr. Chobdar Md. Shafi Abdul Sattar